عربی فنِ کتابت کی ارتقاء کا تحقیقی مطالعہ

The development of the Arabic writing Art; a Research Study

ڈاکٹر شمس الحسین ظہیر*
ڈاکٹر محمد عزیز**

Abstract:

It has been remained controverting amongst the writers, that when the Arabic language was started to be written down and who was the first inventor/setter of Arabic alphabets? There are several ideas about the starting age and the inventor/setter. Each school of thought has its ideology and evidence to prove its opinion. This article discusses in a research way status of Arabic language, the foundation stone of basic Arabic alphabets, its natures, supporting alphabets. It also describes the opinions about the writing art of Arabic language with a research and analytical manner. The article description language is Urdu, because of making Urdu speakers/writers know about comparative study of both the languages; Urdu and Arabic in a specific issue. At the end, many outcomes have been given with detail.

Keywords: Arabic alphabets, setters, foundation stone, opinions, evidences

* لیکچرار، شعبہ اسلامیات، وومن یونیورسٹی، صوابی
** لیکچرار، شعبہ اسلامک تھیالوجی، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

عربی کا مقولہ ہے کہ: كلام الملوك ملوك الكلام"[1] بادشاہوں کا کلام، کلام کا بادشاہ ہوا کرتا ہے۔ اس سے جہاں بادشاہوں اور حکمرانوں کی کلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہاں شہنشاہ دوجہاں اللہ رب العزت کے کلام قرآن مجید کی عظمت وفضیلت بھی ثابت ہوتی ہے اور اس کے ضمن میں عربی زبان کی فضیلت بھی۔ کیونکہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور باری تعالیٰ ملک الملوک ہے اور ملک الملوک نے اپنے کلام کے لئے جس زبان کا انتخاب کیا وہ عربی زبان ہے۔ عربی زبان کی فضیلت اور دوسری زبانوں پر اِس کی فوقیت اور برتری کے بے شمار دلائل ہیں ۔سب سے نمایاں خصوصیت اس زبان کی یہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ جو مصدر دین اور منبع رشد وہدایت ہیں دونوں عربی زبان میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ﴾[2]

ترجمہ: "پس یقیناً ہم نے اس (قرآن) کو تیری زباں پر آسان بنایا ہے۔"

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ﴾[3]

ترجمہ: "اور یقیناً یہ تمام عالَم کے پالنے والے کی نازل کردہ (کتاب) ہے۔ اِس کو امانت دار روح واضح عربی زبان کے ساتھ تیرے دِل پر اُتار کر لائے ہیں تاکہ تُو ڈرانے والوں میں سے ہو"۔

چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی ہے جنت کی زبان عربی ہوگی لہذا عربی زبان کے بارے میں ہم بجا طور کہہ سکتے ہے کہ: اللغة العربية ملكة اللغات. یعنی: عربی زبان، زبانوں کی ملکہ ہے۔

عربی زبان جہاں اس کا بولنا اور پڑھنا فضیلت والی بات ہے وہاں اس کی کتابت کے بھی بے شمار فضائل ہیں۔ کیا اس کی یہ فضیلت کم ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اپنے اشرف الانبیاء اور افضل الرسل ﷺ پر اپنے افضل الکتب کی پہلی وحی نازل فرمائی تو نہ صرف یہ کہ اس میں کتابت کا ذکر فرمایا بلکہ اس کی تعلیم کی نسبت ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[4]

ترجمہ: "پڑھ اور تیرا پروردگار عزت والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ذریعہ سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔"

پھر اِس پر مزید یہ کہ ملائکہ میں سے " الحفظة الكرام" کو اسی صفت کے ساتھ موصوف کرکے فرمایا: ﴿وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَاماً كَاتِبِينَ﴾[5]

ترجمہ: "اور یقیناً تم پر نگہبان، معزز، لکھنے والے (فرشتے) مقرر ہیں۔"

پھر اللہ نے اس کی فضیلت کو مزید چار چاند لگانے کے لئے ﴿ ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ﴾[6] فرما کر اس کے آلہ کی قسم فرمائی۔ انہی فضائل کا نتیجہ ہے کہ خلیفۂ ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے: "قيدوا العلم بالكتاب"[7] فرما کر اس کے مقصدِ اصلی کی طرف ترغیب دی۔

سیدنا عبید اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "الخط لسان اليد"[8] کہ کتابت ہاتھ کی زبان ہوتی ہے۔ جبکہ ابراہیم بن محمد الشیبانی فرماتے ہیں کہ:

''الخط لسان اليد، وبهجة الضمير، وسفير العقول، ووصيّ الفكر، وسلاح المعرفة، وأنس الإخوان عند الفرقة، ومحادثتهم على بعد المسافة ومستودع السّر، وديوان الأمور'' [9]

"لکھائی ایک دستی زبان، ضمیر کی تازگی، عقل کی سفیر، وصیٔ فکر، آلہ معرفت، جدائی میں ساتھیوں کا ہمرکاب، دوریٔ مسافت میں زبان حال، ہمراز اور امور کے سلجھاؤ کا نام ہے"

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ: "الخط الحسن يزيد الحق وضوحا." [10]

" یعنی: اچھی کتابت وضاحتِ حق میں نکھار پیدا کرتا ہے۔"

درجہ بالا اقوال کی روشنی میں ہم اِس مقالہ میں عربی فنِ کتابت کے ارتقائی منازل پر مبحث کریں گے۔

لفظِ کتابت لغت میں بابِ نصر سے ''كتب يكتب كتبا وكتابا''[11] سے آتا ہے۔ جس کا معنی جمع کرنا کے آتا ہے۔ عرب کہتے ہیں: "كتبت القوم اذاجتمعوا" یعنی: میں نے قوم کو جمع کیا یہ تب کہا جاتا ہے جب وہ جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اسی سے لفظِ ''کتیبہ'' ہے جو گھوڑوں کی جماعت کو کہتے ہے۔ خط کو بھی کتابت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں حروف کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر جمع کیا جاتا ہے۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ کتابت کا اطلاق علم پر بھی کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ﴾: يعلمون."[12]

اصطلاح میں فن کتابت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔: "صناعة روحانية تظهر بآلة جثمانية دالة على المراد بتوسط نظمها".[13]

روحانیۃ سے مراد وہ الفاظ ہے جن کا تصور ایک لکھاری اپنی قوت خیالیہ کے ذریعے کرتا ہے اور بعض الفاظ کو بعض کے ساتھ ملا کر ایک عقلی اور معنوی صورت بناتا ہے اور آلۃ جثمانیۃ سے مراد خط ہے جسے قلم لکھتا ہے اور اس معنوی اور عقلی صورت کو حسی اور عقلی شکل میں تبدیل کرتا ہے۔

امام قلقشندی رحمہ اللہ شمس الدین ابن الاکفانیؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: "قال: هو علم تتعرف منه صور الحروف المفردة واوضاعها وكيفية تركيبها خطا".[14]

ترجمہ: علم الخط وہ علم ہے جس سے حروف کی شکل و وضع اور بعض حروف کو بعض کے ساتھ ملا کر لکھنے کے طریقے پہچانے جاتے ہیں۔

عربی رسم الخط کی ابتداء کے متعلق وارد اقوال کا تحقیقی جائزہ:

عربی رسم لاخط کی اوائل وبدایات سے پہلے محض خط کی ابتداء کے حوالے مختلف اقوال کا پیش کرتے ہیں تاکہ موضوعِ بحث واضح ہو۔ عربی خط وکتابت کے اصلی مادہ یعنی: حروف ہجاء کے وضع کے متعلق اقوال مختلف ہیں کہ اِس کا واضع کون ہے؟ اور یہ کیسے وجود میں آئیں؟

پہلا قول: علامہ قلقشندیؒ اپنی مایہ ناز کتاب صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء میں نفسِ فنِ کتابت کے متعلق رقم طراز ہیں: "أوّل من خط بالقلم في الجملة قيل آدم عليه السّلام وقيل إدريس."

"سب سے پہلے جس نے قلم سے لکھا وہ سیدنا آدمؑ ہیں اور بعض کے نزدیک سیدنا ادریسؑ ہیں۔"

امام جوہری نے بھی شرقی بن القُطامی[15] کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ: إن أول من وضع خطنا هذا رجال من طيئ منهم مرامر بن مرة.[16]

"ہمارا یہ فنِ خط قبیلہ طیٔ کے چند آدمیوں نے ایجاد کی، اُن میں سے ایک مرامر بنِ مرۃ بھی ہیں"۔

پھر عمرو بنِ عاص کا یہ شعر نقل کرتے ہیں: "تعلمت باجاد وآل مرامر وسودت اثوابی ولست بكاتب"

"میں نے کلماتِ ابجد سیکھ لئے جس کی روشنائی سے میرے کپڑے کالے ہو گئے اگرچہ میں مستقل لکھاری نہیں ہوں۔"

علامہ قلقشندیؒ عربی فنِ کتابت کے متعلق لکھتے ہیں:

"وأوّل من كتب بالعربية، قيل: هود عليه السلام أنزل عليه، وقيل: إسماعيل عليه السلام، وقيل: ثلٰث نفر من بولان من طيئ اصطلحوا على ذلک."[17]

گویا عربی کتابت کے واضع اول کے بارے میں تین اقوال ہیں: پہلا: سیدنا ہود علیہ السلام، دوسرا: سیدنا اسماعیل علیہ السلام، تیسرا: قبیلہ طیٔ کی شاخ بولان کے تین آدمیوں؛ اسلم بن سدرۃ، مرامر بن مرۃ، عامر بن جدرۃ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف بھی ایک قول منسوب ہے وہ فرماتے ہیں: یہی تین آدمی حروف عربیہ کے واضع ہیں؛ اسلم بن سدرۃ نے حروف کی شکلیں وضع کی، مرامر بن مرۃ نے ان کے فصل اور وصل یعنی: حروف کو ایک دوسرے سے ملانے کے طریقے وضع کئے، جبکہ عامر بن جدرۃ نے نقطے ایجاد کئے۔[18]

اس قول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عربی فنِ کتابت کی ابتداء میں مرامر بنِ مرۃ کا بڑا کردار ہے جس نے

اپنے آٹھ بیٹوں کے نام بھی ابجدی ترتیب سے رکھے۔

دوسرا قول:

بعض ادباء کے مطابق عربی کے حروفِ تہجی سیدنا آدمؑ پر نازل ہوئیں جیسا کہ ابو العباس البونیؒ نے سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"قلت یارسول الله: کل نبي مرسل بما یرسل؟ قال: بکتاب اللہ. قلت یا رسول الله: أي کتا ب نزل علی آدم؟ قال :ا ب ث ج الیٰ آخرہ. قلت یا رسول الله کم حرف؟ قال تسع وعشرون. قلت: یا رسول الله عددت ثمانیة وعشرین. فغضب رسول الله ﷺحتی احمرت عیناہ ثم قال: یا أبا ذر: والذی بعثنی بالحق نبیاً ما أنزل الله علی آدم إلا تسعة وعشرین حرفا."

ترجمہ: "میں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! ہر نبی کو بھیجا جاتا ہے تو اُس کو کیا دے کر بھیجا جاتا ہے؟ تو فرمایا: کتاب اللہ کے ساتھ۔ میں نے پوچھا: آدمؑ پر کیا اُترا؟ فرمایا: ا، ب، ث، ج تا آخر۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! (اِس کے) کتنے حرف ہیں؟ فرمایا: اُنتیس۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے تو اٹھائیس کی گنتی کی تو رسول اللہ ﷺ غصہ ہو گئے یہاں تک کہ آنکھیں مبارک سُرخ ہو گئیں۔ پھر فرمایا: اے ابو ذر! اور اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اللہ نے (سیدنا) آدمؑ پر اُنتیس حروف ہی نازل فرمائے ہیں۔"

اِس قول کا کوئی معتبر مصدر اور قابلِ اعتبار حوالہ نہیں ملا۔ اِس لیے بغیر کسی دلیل و قابلِ اعتماد مصدر کے، اِس قول کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔

تیسرا قول:

محققین اُدباء کے نزدیک عربی خط وکتابت اور حروف عربیہ کے واضع قبیلۂ طسم کے چھ آدمی ہیں جن کے نام ابجد، ھوز، حطی، کلمن، سعفس اور قرشت ہیں۔ انھوں نے عربی خط وکتابت اپنے ناموں کے مطابق وضع کی۔ پھر جب اُن کو اپنے کے ناموں کے علاوہ اور مماثل حروف مثلاً: ث، خ، ذ، ظ، غ اور ض، ملتے تو ان کو بھی اپنے مماثل حروف کے ساتھ ملاتے اور ان کا نام "روادف" رکھا اور پھر اُن سے یہ علم ابنبار منتقل ہوتے ہوتے اہل حیرہ تک پہنچ گیا اور انہوں نے یہ فن سیکھ لیا۔ اور یوں آپ ﷺ کے بعثت کے وقت ایک مختصر سی جماعت لکھنا جانتی تھی جیسا کہ علامہ صولیؒ رقم طراز ہیں:

" أول من وضع الکتاب العربي قوم من الأوائل، نزلوا في عدنان بن أد بن أدد، أسماؤھم أبجد وھوز وحطي وکلمن وسعفص قرشت، فوضعوا الکتاب العربي علی أسمائھم ووجدوا حروفاً لیست من أسمائھم وھي الثاء والخاء والذال والظاء والضاد والطاء والغین قسموا بالروادف".[19]

یہ نظریہ اگرچہ صیغۂ تمریض کے ساتھ منقول ہے لیکن وثوقِ تصحیح کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نظریہ، نظریۂ اول سے مشابہ ہے سوائے اسمائے واضعین اور اُن کے قبیلہ کے؛ اس طرح کہ قولِ اول میں واضعین خط قبیلہ طئ کے تین بندے ہیں اور قولِ ثالث میں طسم کے چھ آدمی۔

چوتھا قول:

اِس باب میں چوتھا قول خطِ عربی کی ابتدائیت کی انتساب کا حمیر بن سبا کی طرف ہے مزید یہ کہ اُسے خواب میں سکھایا گیا تھا۔[20]

قول مذکور کو نقل کر کے امام قلقشندی، علامہ سہیلی کے حوالے سے اس کی تردید کر کے لکھتے ہیں کہ: اولیت کتابت میں صحیح ترین قول سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی طرف لوٹتا ہے اور تکلم بالعربی کی اولیت کی نسبت کتابتِ عربی کی اولیت سیدنا اسماعیل کی طرف زیادہ صحیح ہے۔

اصولِ تحقیق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات بھی اُس وقت تک قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتی جب تک صحتِ اقوال کے معیار پر پورا نہ اُترے۔

مکہ مکرمہ میں کتابتِ عربی کی ابتداء:

مکہ مکرمہ جہاں پر پہلی وحی اُتری اور جو دینِ قیم کا مسکنِ اول رہا، اس میں کتابت کی ابتداء کن کے ہاتھوں ہوئی؟ اِس کے متعلق دو مختلف اقوال ہیں۔

پہلے قول کے مطابق مکہ مکرمہ میں لکھنے کا فن سب سے پہلے حرب بن امیہ لے کر آئے تھے اور اِس کی دلیل سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر پیش کیا جاتا ہے کہ جب اُن سے پوچھا گیا کہ:

"من أين تعلمتم الهجاء والكتابة والشكل؟ قال علّمناه من حرب بن أميّة، قيل: ومن أين علّمه حرب بن اميّة؟ قال: من طاريء طرأ علينا من اليمن؛ قيل: ومن أين علّمه ذلك الطاريء؟ قال: من كاتب الوحي لهود عليه السلام." [21]

"آپ لوگوں نے حروفِ ہجاء اور کتابت کہاں سے سیکھی ہے؟ فرمایا: ہم نے حرب بنِ امیہ سے سیکھی۔ پوچھا: حرب نے کہاں سے سیکھ لی؟ فرمایا: ایک یمنی مسافر سے جو ہمارے ہاں ٹھہرا۔ پوچھا: مسافر نے کہاں سے سیکھ لی؟ فرمایا: (سیدنا) ہود علیہ السلام کے کاتبِ وحی سے۔"

جبکہ قولِ ثانی کے مطابق عربی فنِ کتابت یمن میں ابوسفیان بن حرب کے چچا ابوسفیان بن امیہ کے ذریعہ پہنچی جو اُس نے حیرہ کے ایک آدمی سے سیکھی تھی جب کہ حیرہ والوں نے اس فن کو اہل انبار سے حاصل کیا تھا۔ بعض کے

نزدیک ابوسفیان بن حرب نے عربی فن کتابت اپنے والد سے سیکھی تھی، اور پھر اُن سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور قریش کی ایک چھوٹی سی جماعت نے سیکھ لی۔

درجہ بالا اقوال کی روشنی میں مکہ مکرمہ میں کتابتِ عربی کی ابتداء کا سہرا خاندانِ امیہ کے سر ہے چاہے ابوسفیان بن امیہ ہو یا اُس کا بھائی حرب بنِ امیہ۔

مدینہ منورہ میں کتابتِ عربی کی ابتداء:

جہاں تک مدینہ والوں کا تعلق ہے تو اُن میں مشہور قبیلے اوس اور خزرج تھے جو عربی فن کتابت سے زیادہ واقف نہ تھے بلکہ مدینہ منورہ میں ماسکہ نامی جگہ کا ایک یہودی عربی لکھنا جانتا تھا اور وہ بچوں کو سکھاتا تھا۔ جب اسلام کی روشنی پھیل گئی تو اُس وقت تک اُن میں دس سے کچھ زیادہ آدمی لکھنا جانتے تھے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں، سعید بن زرارہ، منذر بن عمرو، اُبی بن کعب، زید بن ثابت، رافع بن مالک، اسد بن حضیر، معن بن عدی، ابو عبس بن کثیر، اوس ابن خولی، بشیر بن سعید۔[22]

عربی فنِ کتابت اس طرح سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہا، چنانچہ غزوہ بدر میں جو قیدی فدیہ نہیں دے سکتے تھے آپ ﷺ نے انہیں بلا فدیہ رہا کر دیا اور جو لکھنا جانتے تھے ان کا یہی فدیہ مقرر ہوا کہ ان میں سے ہر ایک قیدی دس آدمیوں کو لکھنا سکھا دے۔

تجزیۂ اقوال:

جس طرح لغت اور زبان کے بارے میں عربی ادب کے ماہرین کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے کہ یہ توقیفی ہے یا اصطلاحی واختراعی یعنی لوگوں کی اپنی طرف سے بنائی ہوئی ؟ اسی طرح فنِ کتابت کے توقیفی اور اختراعی ہونے کے بارے میں بھی اختلاف ہے اور یہ اختلاف درج بالا اقوال پر مبنی ہے کہ بعض سے فن کتابت کا توقیفی ہونا معلوم ہوتا ہے جبکہ بعض اس کے اصطلاحی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

خلاصۂ بحث:

تاریخ میں یہ بات ہمیشہ سے مسلم رہی ہے کہ عرب مجموعی اعتبار سے اُمی اور ان پڑھ تھے اور اُن میں خط وکتابت کی معرفت وشناسائی قلیل مقدار میں پائی جاتی تھی جو عدم کی مُساوی قرار دی جا سکتی ہے۔ مندرجہ بالا تمام نظریات کو موجودہ حیثیت میں قابلِ اعتبار قرار نہیں دی جا سکتی کہ صحت وسُقم کے بیچ دائرِ اِن اقوال میں کسی ایک کو ترجیح دی جائے۔

چونکہ کتابت کے متعلق وارد بعض اقوال اِس کے نزول کی مؤید ہیں جب کہ بعض دوسرے وضعِ

حروف کے مدعی، اِس لیے ہر دو جانب احتمال کی صواب و خطا کے امکانات ہو سکتے ہیں لہٰذا یہ کہنا بجا ہے کہ زبان ولغت کی طرح کتابتِ عربی توقیفی شان کی حامل ہو یا وضعی و تصنعی حیثیت کا مالک لیکن اِس میں کوئی اختلاف نہیں کہ مکہ مکرمہ میں فنِ کتابت کی آمد خاندانِ اموی کے ہاتھوں ہوئی، قطعِ نظر اِس بات سے کہ یہ ابوسفیان بنِ امیہ ہو یا حرب بنِ امیہ۔ دوسری جانب مدینہ منورہ میں اِس کا سہرہ یہودیوں کے سر ہے۔

اسی طرح نوعِ انسانی میں موجود بالقوہ خاصہ بالفعل ظاہر ہوا جو انسان کی تمام انواع حیوانی سے امتیاز دلانے کا سبب بنا۔ اس فن کی وجہ سے اموال محفوظ ہوئے، احوال مرتب ہوئے، اور تمام علوم و اخبار محفوظ طریقے سے ایک زمانے سے دوسرے زمانے تک منتقل ہوتے رہے۔ انہی فضائل کی وجہ سے بنی نوع انسان نے اس کے سیکھنے کا خوب اہتمام کیا، اس میں جدت لائی اور خوب ترقی دی۔[23]

References

[1] Risāla,Al-Latīf,Baha Uddin Arbalī,Vol1,Pg:32
[2] Al-Dukhān 58
[3] Al-Suara 195/196
[4] Al-Ālaq 5/3
[5] Al-Infitār:9/10
[6] Al-Qalam
[7] Ṣubḥ-al-Aashā Fi Sanā't-al-Inshā,Qaqashandī,Vol1,Pg:2
[8] Abid: Vol3,Pg:4
[9] Abid: Pg:5
[10] Abid: Vol3,Pg:25
[11] Lisān-al –Arab,Ibn-e-Manzūr,Vol1,Pg:698
[12] Abid: Vol1,Pg:699
[13] Ṣubḥ-al-Aashā Fi Sanā't-al-Inshā,Qaqashandī,Vol1,Pg:82
[14] Abid: Vol3,Pg:6
[15] Ibn – e- Aasakir, Tareekh e Baghdad, Vol 9, Pg: 278.
[16] Al-Ṣiḥāḥ,Joharī,Vol2,Pg:815
[17] Ṣubḥ-al-Aashā Fi Sanā't-al-Inshā,Qaqashandī,Vol1,Pg:480
[18] Abid: Vol3,Pg:12
[19] Adab-al-Kātib,Abū Bakar AL-Ṣūlī,Pg:29
[20] Abid: Vol3,Pg:13
[21] Ṣubḥ-al-Aashā Fi Sanā't-al-Inshā,Qaqashandī,Vol3,Pg:14
[22] Abid: Vol3,Pg:15
[23] Abid: Vol3,Pg:6